

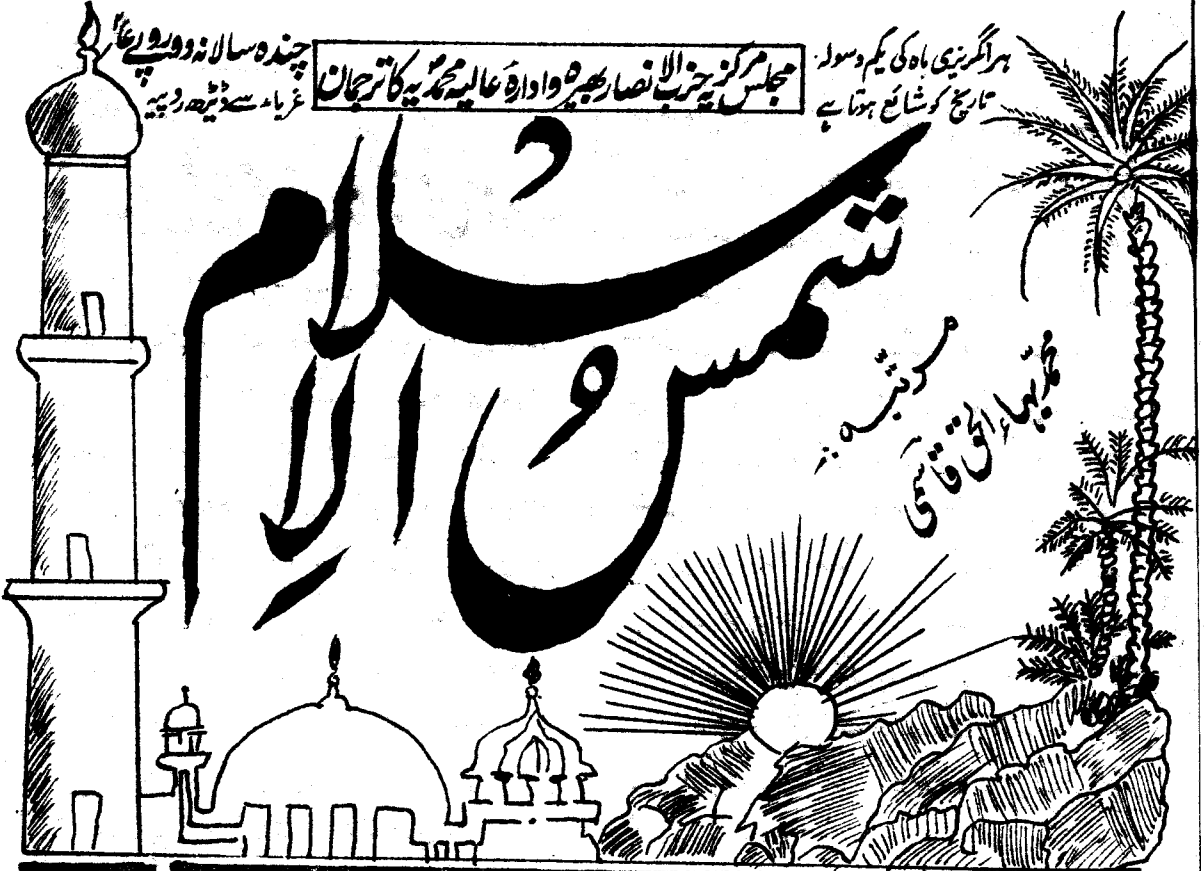
چند سالہ دور پہ
غزوات سے ڈیڑھ روپیہ

مجلس مرکز حزب انصار مجاہد وادارہ عالیہ محمدیہ کاترجمان

ہر اگر نئی باہ کی یکم دسولہ
تاریخ کو شائع ہوتا ہے

شمس الاسلام

مکتبہ
محمدیہ ارقی قاسمی



نمبر ۳۸

بھیرہ پنجاب۔ ۳۰ شوال ۱۳۵۹ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۴۰ء

جلد ۱۱

اہل قلم حضرات سے درخواست

جو اہل علم حضرات شیعہ، مرزائی، خاکساری، چکڑاوی وغیرہ لمحد فرقوں کے رو میں دلی اور موثر مضامین لکھ سکتے ہیں یا مغربیت، اشتراکیت اور دہریت وغیرہ فتنوں کی تردید میں یا اسلام و مذہب اہل السنۃ و الجماعۃ کے محاسن پر بصیرت کے ساتھ قلم اٹھا سکتے ہیں۔ ان سے درخواست ہے کہ "شمس الاسلام" کے صفحات کو اپنی تحقیقات سے مزین فرما کر خدمت اسلام انجام دینے کے علاوہ کارکنان "شمس الاسلام" کو مرہون منت فرمائیں۔ "شمس الاسلام" کی گذشتہ خدمت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اس کی علمی سرپرستی فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ مضامین خوشخط اور حاشیہ چھوڑ کر بھیج جائیں تاکہ مناسب اصلاح و ترمیم کے لئے جگہ کھل سکے۔ تہذیب اور قانون کی حدود سے کسی حالت میں بھی تجاوز نہ کیا جائے۔ تمام مضامین براہ راست "مولانا پیرزادہ محمد بہاء الحق صاحب قاسمی" گجوالی دروازہ امرتسر کے پتہ پر ارسال کئے جائیں۔ البتہ انتظامی امور کے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر ذیل کے پتہ پر ہونی چاہئے۔

(منیجر جریڈہ شمس الاسلام، جامع مسجد بھیرہ ضلع شاہ پور۔ پنجاب)

ملاحظات ترک میں فوج محمدی کا تبلیغی کمپ

۲۶ اور ۲۹ رمضان شریف کی راتوں کو تبلیغی کمپ محمد عید گاہ ترک میں کئے گئے۔ بوقت شام رضا کاروں کی حاضری لی گئی۔ جو کہ تجنیٹا بیٹل اشخاص تھے۔ پھر ہر رضا کار نے وضو کر کے نماز عشاء و تراویح اور وتر باجماعت ادا کئے۔ سارے ۲۷ و ۲۸ رات کو اسی کمپ والی عید گاہ میں قرآن شریف کا ختم بھی ہوا۔ بعد نماز عشاء کے قائد اعظم صاحب نے ترجمہ قرآن مجید بیان کیا۔ اور ضمناً تعظیم پر تقریر کی۔ پھر رضا کاروں کے چار حصے کئے گئے۔ چار منٹ مقرر کئے گئے۔ جنہوں نے ایک گھنٹے تک ہر رضا کار کو فرائض وضو و سنن اور فرائض نماز و سنن سے آگاہ کیا۔ معلین کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ احمد شاہ ولد مولوی منزل شاہ۔ غلام احمد ولد سید احمد و فتح نور شاہ اور منشی محمد رمضان ناظر فوج تھے۔ منشی محمد رمضان ناظر فوج محمدی و محمد رمضان و محمد خان و عبدالرحمن لوہار و دیگر چھ رضا کار جنہوں نے تمام رات مجاہدہ سے بیٹھی نیند کو خیر آباد کہا۔ ان کی ہمت قابل ستائش ہے۔ رات کے بارہ بجے سے لیکر دو بجے تک بحکم قائد اعظم صاحب کے ہر رضا کار نے تھوڑی نماز نفل ادا کی۔ اس کے بعد رضا کاروں نے نماز صبح بھی ادا کی۔ اس مبارک عبادت کے بعد سب رضا کاروں نے ترقی اسلام اور تمام مجاہدین انصار کے لئے دعائیں کی۔ بعد روٹی کھائی گئی۔ سحر کی روٹی کے بعد نماز تہجد گیا۔ وہ رکعت ہر رضا کار نے پڑھی۔ اس کے بعد ذوق شوق سے سلام پر سید الانام پڑھا گیا۔ بعد سلام کے صبح تک ذکر نفی اثبات جہراً و رُود شریف میں صبح تک مشغول رہے۔ بعد نماز صبح قرآن شریف کا ختم کیا گیا۔ آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد نوافل شراق ادا کئے گئے۔ نوافل کی ادائیگی کے بعد تمام رضا کاروں کو حکم دیا گیا۔ کہ اسی طرح پرانتیں فلکی کی رات شمولیت کریں۔ اور نصرت دی گئی۔ انیس کی رات بھی اسی طرز پر کمپ ہوا۔ کمپ کے اختتام پر سب

رضا کاروں کو ہدایت کی گئی۔ کہ آئندہ کمپ تک تمام رضا کار فرائض نماز و سنن و اجابات و معافی نماز یاد کر لیں۔ عید الفطر کے دن سب رضا کاروں نے عید میں شمولیت کی اور بعد از عید سلام پڑھا۔ صلوات کو نہایت محفوظ کیا۔ نماز عید کے بعد ایک خطا دی محمد رمضان کی سالاری کے ماتحت قائد اعظم صاحب کو سلامی دی گئی۔ عید کی نماز کے قبل قائد اعظم نے فریضہ تبلیغ کو ادا کرتے ہوئے اعلان کیا۔ کہ لوگوں نے رات کو روزہ رکھ کر دن میں شیطان کی اتباع کر کے روزہ علائقہ توڑا۔ وہ سامنے آئیں۔ اور شرعی تعزیر برداشت کریں اور کفارہ کے ادا کرنے کا اقرار کریں۔ چنانچہ غلام محمد انصار نے سنت فاروقی کو ادا کرتے ہوئے اپنا لڑکا مسی مظفر پیش کیا جس نے روزہ رکھ کر توڑا تھا۔ چند درے مجمع عام میں اسے لگائے گئے۔ اور ساٹھ روزہ کا کفارہ ادا کر لے۔ ۔ ۔ ۔ کا حکم سنایا۔ اس نے بسرہ چشم منظور کیا۔ (نامہ نگار)

سرخ پسل کا نشان

یہاں اُن حضرات کے پرچہ پر سرخ پسل کا نشان لگایا گیا ہے۔ جن کے چندہ کی میعاد یکم نومبر و ۱۴ نومبر و یکم دسمبر تک ختم ہو چکی ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ آئندہ سال کے چندہ کی رقم بذریعہ منی آرڈر جلد از جلد ارسال فرما کر ہمیں ممنون فرمائیں۔ اگر خدا بخواتم کسی وجہ سے آئندہ کے لئے خریداری منظور نہ ہو تو اس سے بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں یہی فرصت میں مطلع کریں۔ تساہل اور سکوت ہرگز اختیار نہ فرمائیں۔ کہ اس نے شمس الاسلام کو نقصان پہنچا ہے۔ دینجر جریدہ شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ صنعت شاہ پور۔ پنجاب)

شذرات

(از مرتب)

مشرقی کے لٹریچر کو بغور پڑھنے والا اول و حلہ ہی میں اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ یہ شخص صدق و دیانت اور راستباز سے ایسا ہی گودا ہے، جیسے ایک بہمن گائے کے گوشت سے قدم پر گر گٹ کی طرح رنگ بدلنا، بات بات میں جھوٹ بولنا اس کا شیوہ ہے۔ جعل سازی تو گویا اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ اس کی مثالیں بارہا پیش کی جا چکی ہیں تفصیل میں جانے کی حاجت نہیں۔

خاکساروں کے لیڈر آجکل "نفسیہ" "جہیز" "قلوبہم" "مشقی" کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر گندگی اٹھانے میں مصروف ہیں اور یوں علماء پر افتراق انگیزی کا الزام لگانے والے اپنے عمل سے ثابت کر رہے ہیں کہ ان لوگوں کو علماء کے آئینہ میں دراصل اپنی مکروہ شکل نظر آ رہی تھی۔ ایک طرف آغا غنصہ علی صاحب بلند شہری بیان شائع کرتے ہیں جس میں ڈاکٹر محمد اسماعیل ناجی کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ مشرقی صاحب کی خیرات پر پرک رہے ہیں اور کہ یس مشرقی صاحب کا معتد علیہ ہوں۔ دوسری طرف "الاصلاح" میں (جو ناجی پارٹی کی گدائی میں شائع ہو رہا ہے) آغا صاحب کو غیر ذمہ دار، دوزخ گوا خود ساختہ سالار اعظم اور کالی بے غیرت وغیرہ قرار دینے کے ساتھ مشرقی کا معتد علیہ ناجی کو قرار دے رہا ہے۔ ایسے حالات میں ایک بے خبر شخص صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا اور نہیں جان سکتا کہ دونوں میں سے سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ مشرقی کے نزدیک فی الحقیقت اعتماد کے قابل اور بھروسے کے لائق ناجی ہے یا آغا؟

سر سکندر کی "شانِ جلالی" کے ظہور سے پہلے غایت اللہ مشرقی اور اس کے خاکساروں نے سر سکندر کو پنڈت پنت تصور کر رکھا تھا۔ سر موصوف کو بار بار دھمکیاں دینا اور اپنی شجاعت و بسالت کو اجاگر کرنا ان کا خاص معمول تھا۔ خود مشرقی نے "چارچ سسٹم" کے "الاصلاح" میں لکھا تھا کہ:-
"خاکسار تحریک کوئی دھوقی پوش لالوں کی سیمیلن نہیں کہ سر سکندر بہادر کی جنبش قلم یا متقیانہ آرزو سے مٹ جائے اور سب لالے رام رام کرتے ہوئے اور ہاتھ جوڑتے ہوئے چوہوں کی طرح بلوں میں گھس جائیں اور سکندر بہادر کے طرہ کی سلامتی کے لئے پراختیا کریں" (ص ۱۱)

لیکن جب سر سکندر نے آنکھیں دکھائیں اور تشدد پسند خاکساروں کے خلاف شانِ جلالی کا مظاہرہ کیا۔ تو نہ صرف خاکسار بلکہ خود مشرقی بہادر بھی "دھوقی پوش لالہ" بنکر رام رام چہنے لگے۔ اور ہاتھ جوڑتے بلکہ ناک گھسنی کرتے ہوئے چوہوں کی طرح بلی کی "میاؤں" سے ڈر کر بلوں میں گھس گئے اور اب وہاں بیٹھ کر "بی بی" کی طرہ مذاہم کی سلامتی و درازی کے لئے پراختیا میں خنوع خضوع کے ساتھ مصروف ہیں۔

مشرقی اور اس کے متبعین کی یہ پردہ دہری درحقیقت قدرت کی طرف سے ان کی اس بدزبانی کی سزا ہے جو انہوں نے حضرات علماء و صلحاء کی شان میں روا رکھی تھی۔
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طغیہ پاکاں بزد

تاریخ و عبر

تاریخ خوار

(۹)

(مولانا امین افغانی کے قلم سے)

شبیب اور حبیب شامی | پھر حجاج نے حبیب بن عبدالمطلب کو تین ہزار شامیوں

کے ساتھ اس کے مقابلے پر بھیجا۔ جب وہ انبار پہنچا تو شبیب نے تیس آدمی لیکر اس پر شیخوں مارا۔ حبیب بھی غافل نہیں تھا۔ اس لئے ایک زبردست لڑائی ہوئی۔ جس پر اس کے ایک ساتھی نے کہا۔ اچھا ہوا کہ تیس آدمی تھے۔ اگر یہ ایک سو ہوتے۔ تو آج ہماری خیریت نہیں تھی۔

شبیب وہاں سے جوا، اہواز اور فارس ہوتا ہوا کرمان کی طرف نکل گیا۔ حجاج نے سفیان بن ابرد کو حکم دیا کہ تم جاکر شبیب کا تعاقب کرو۔ اس نے اتھوڑ میں جبرجیل کے پاس شبیب کو جالیا۔ شبیب نے بھی ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا۔ اور نہایت بے جگری سے لڑا۔

شبیب کی وفات | شام کو شبیب نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ دریا کے پار جا کر دات گلاب بھیج پھر لڑیں گے۔ جب فوج پار اتر گئی۔ تو شبیب بھی جانے لگا۔ اتنے میں اس کے گھوڑے پرستی آئی۔ اور وہ اپنے سامنے والی گھوڑی پر چڑھ دوڑا۔ لیکن اس کا ٹم کسی کشتی کے کنارے پر لگا۔ اور گھوڑا شبیب سمیت دریا میں گر گیا۔ شبیب کے بدن پر اتنا لوہا تھا۔ زرہ۔ بکتر۔ خود۔ تلوار۔ نیزہ۔ وغیرہ کہ سنبھل نہ سکا۔ جب ڈوبنے لگا تو اس کے ایک ساتھی نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! کیا ڈوب کر جان دے دو گے؟ شبیب نے کہا:-

ذلک تقدیر العزیز العظیم۔ (و جاننے والے غالب خدا کی طرف سے مقرر تھا۔)

لیکن اس قسم کے "اسرار" پر وہی شخص مطلع ہو سکتا ہے۔ جو "محرم اسرار" ہوا اور ہم سے زیادہ فاکساریت "کا محرم اسرار" اور کون ہوگا، جو اس گتھی کو سلجھائے؟

کوچہ عشق کی راہیں کوئی ہم سے پہچھے
قیس کیا جانے بھلا اگلے زمانے والا؟

ہماری رائے میں نامی اور آقا دونوں کو اس نزاع میں سچا کہنے کی گنجائش ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آچھرو کے "ہرجائی معشوق" نے دونوں سے "عدوہ وصل" کیا ہو۔ پس ان دونوں "عاشقوں" کو یا ہم "راہ فضل" اختیار کرنے کی بجائے اس "عاشقانہ" توجہ کو پیش نظر رکھ کر اپنی "آتش رقابت" کو ٹھنڈا کرنا چاہیے اور نامحرموں کو دعوتِ تماشا دینی نہ دینی چاہیے۔

اس پر ہمیں ایک لطیفہ یاد آگیا۔ ایک میرا سی کسی امیر شخص کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ سرکار ارات خدایا میں بڑے میاں صاحب یعنی آپ کے والد ماجد کی زیارت ہوئی مجھ سے فرمایا کہ میرے بیٹے کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ بڑے میاں صاحب نے حکم دیا ہے کہ اس میرا سی کو دس روپے بطور انعام دے دو۔ امیر نے کہا "ہاں! بڑے میاں صاحب کوئیں سے بھی آج رات خواب میں دیکھا لیکن انہوں نے مجھے فرمایا تھا کہ اگر میرا سی تمہارے پاس آئے تو اس کے دس روپے لگانا۔" میرا سی نے معاً جواب دیا کہ پھر تو بڑے میاں صاحب بڑے بے ایمان ہیں! بڑے جلسا ساز ہیں، اگر آپ سے کچھ کہا اور مجھ سے کچھ نہ! امیر نے فوراً دس روپے نکال کر میرا سی کے ہاتھ پر رکھے اور کہا کہ خدا کے لئے یہاں سے جلدی چلا جا اور میرے مرے ہوئے باپ کو گالیاں نہ دے۔ یہ قصہ صلی ہوا فرمائی۔ لیکن اس میں شبیب نہیں کہ مشرقی کی پوزیشن "بڑے میاں صاحب" سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے فاکساریت لیدروں کو آپس میں لڑنے بھڑلے کی بجائے اپنے بڑے میاں کی ہرجائی پوزیشن پر غور کرنا چاہیے۔

شبیب کا دل

جب شبیب ڈوب کر مر گیا۔ تو اس کے ساتھی شکر گاہ چھوڑ کر چلے گئے۔

صبح کو سفیان نے یہ خبر سنی تو تمام فوج نے غرور تکبر بلند کیا۔ پھر جا کر شبیب کی لاش دریا سے نکالی۔ اس کا سینہ چیر کر دل نکالا۔ جس کے متعلق کہتے ہیں کہ پتھر کی طرح سخت تھا۔ اُسے زمین پر پٹکتے تو قد آدم اُجھل پڑتا۔ جب اس کو چیرا۔ تو اس کے اندر ایک دوہرا گول شکل کا دل نظر آیا۔ اُسے بھی چیر گیا تو اندر خون جما ہوا تھا۔ شبیب سبب یا سبب میں مرا تھا۔

شبیب کا خاندان

شبیب کی ماں کا نام جہیزہ تھا۔ جو روم کی لڑائیوں میں گرفتار ہو کر آئی تھی۔ شبیب کے باپ مزید بن نعیم نے اس کو خرید کر گھر میں رکھا۔ جس سے بقر عید کے دن شام میں شبیب پیدا ہوا۔ جب وہ حمل میں تھا تو اس کی ماں نے خواب دیکھا کہ اس سے ایک روشنی نکلی۔ جو چاروں طرف پھیل گئی۔ پھر وہ روشنی باہی میں گر کر فنا ہو گئی۔ جب وہ بقر عید کے دن پیدا ہوا۔ تو اس کی ماں نے کہا۔ کہ میرا یہ فرزند بہت زیادہ خون بہائے گا۔

جب اس کو خبر دی گئی کہ شبیب مر گیا۔ تو اس نے کہا۔ نہیں۔ میرا بیٹا مر نہیں سکتا۔ جب کہا گیا کہ دریا میں ڈوب گیا۔ تب کہنے لگی۔ اِنَّا لَنُحْيِيْهِ وَاِنَّا لَمُوْتُوْهُ رَاجِعُوْنَ۔

شبیب کی ماں اور اس کی بیوی دونوں نہایت بہادر عورتیں تھیں۔ وہ ہمیشہ لڑائی میں اس کے ساتھ شریک رہا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ اس کی بیوی تو میدان جنگ ہی میں ماری گئی تھی۔

مہلب اور قطری

اب ہم مہلب اور قطری کی لڑائیوں کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ مہلب نے سابقہ میں شیر کر برابر ایک سال تک قطری سے لڑائی کی۔ اس وقت سارے فارس پر مہلب کا قبضہ تھا۔ اور خوارج کے ہاتھ میں فقط کرآن کا علاقہ تھا۔ جو موقع جنگ سے

بہت دور تھا۔ اس لئے خوارج وہاں سے چل کر جیروفت پہنچے اور جم کر لڑنا شروع کیا۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ گذرا۔ مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

آس اثنائیں حجاج نے فارس کا سارا علاقہ مہلب سے لیلیا اور اس پر اپنے عامل مقرر کر کے بھیج دیے۔ لیکن عبدالملک نے دوبارہ وہ سارا علاقہ مہلب کو واپس دیا۔ اور حجاج کو لکھا کہ جنگی اخراجات کے لئے اس علاقہ کا اس نے قبضہ میں رہنا نہایت ضروری ہے۔

حجاج نے جب دیکھا کہ اتنی مدت تک لڑائی کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ تو اس نے براء بن قیسہ کو مہلب کے پاس بھیجا۔ تاکہ اسے ایک فیصلہ کن جنگ پر مجبور کر دے۔ مہلب نے اپنے سب بیٹوں کو بلا کر فوج کے ایک ایک حصہ کا سردار مقرر کیا۔ اور ان کو لڑنے کے لئے بھیجا۔ اور براء کو ایک ٹیلہ پر لے جا کر بٹھایا تاکہ جنگ کا نقشہ بخوبی دیکھ سکے۔ صبح سے دوپہر تک سخت جنگ ہوئی۔ جب سپاہی چور ہو کر فیموں میں واپس آئے۔ تو براء نے مہلب سے کہا۔ خدا کی قسم۔ میں نے تیرے لڑکوں کی طرح بہادر اور تیری فوج جیسے نڈر سپاہی نہیں دیکھے۔ لیکن خوارج کی جماعت بھی غضب کی جماعت ہے۔ جو پیچھے ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ واقعی تم اس بارے میں قطعاً معذور ہو۔

تھوڑے عرصہ کے وقت مہلب اور اس کے بیٹوں نے دوبارہ نکل کر جنگ کی۔ جب شام کو واپس ہوئے تو براء سے پوچھا کہو، کیسی رہی؟ براء نے کہا۔ بخدا میں نے ایک ایسی بہادر قوم دیکھی جن کے مقابلہ پر ثابت قدم رہنا صرف خدا کی عنایت پر موقوف ہے۔ مہلب نے کہا۔ اچھا۔ تو جا کر حجاج کو یہ سارا واقعہ سنا دیتا۔

(باقی آئندہ)

حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ

بنا کردند خوش رسمے بجاک و خون غلطین

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت

(منشی ندیر حسین صاحب سابق کاتب شمس الاسلام کے قلم سے)

حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ اور رمضان

المبارک اللہ پروردگار کا اہم گرامی مرزا جان تھا۔ اسی مناسبت سے شاہ اورنگ زیب نے آپ کا نام "جان جاناں" رکھا۔

کیونکہ بیٹا باپ کی جان ہوا کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ "جان جاناں" ہی ہو گئے۔ آپ کا نسب بواسطہ محمد بن حنفیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آثار رشیدنا صبیہ مبارک سے بچپن ہی سے ظاہر تھے۔ عشق آپ کی طینت میں داخل تھا۔ تقطیع سرادیل کا فن آپ کو بچپن میں ہی یاد تھا۔ اس کے علاوہ فن سپہنگری میں آپ کو اس قدر مہارت تھی کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بیس آدمی تلوار کھینچ کر مجھ پر حملہ کریں، اور میرے ہاتھ میں صرف ایک لاشی ہو۔ تو انشاء اللہ ایک شخص بھی مجھے زخم نہیں پہنچا سکتا۔

آپ کی طبیعت میں اتباع سنت کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی اور جناب رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک قول و فعل پر ہر وقت جان و دل سے نثار رہا کرتے۔ آپ کی فطرت میں استغناء اس درجہ تھا کہ ایک دفعہ محو شاہ بادشاہ دہلی نے اپنے وزیر قمر الدین کی زبانی حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ملک عطا فرمایا ہے۔ اس میں سے کچھ حصہ بطور ہدیہ قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو ایک منہلہ قلیل فرماتا ہے اور اس قلیل میں سے ہم باہم کی کٹائی۔

بھی تمہارے پاس نہایت قلیل ہے۔ اس میں سے میں کبھی قبول کروں۔

آپ کے خدام میں سے جو شخص دنیا داروں سے اختلاط رکھتا یا کیمیا وغیرہ کی تلاش میں سرگردان نظر آتا تو اس سے از حد ناخوش ہوتے تھے۔ اور نہایت افسوس ظاہر فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ توکل اور استغناء چھوڑ کر دنیا کی سریر الزوال لذتوں اور فضولی خرافات کے درپے ہو گئے ہیں۔ خصوصاً آپ کیمیا کے متلاشیوں سے سخت بیزار رہتے اور ان کے حصول برکات و انوار طریقت سے بہت ناامید ہو جاتے تھے۔

آپ ہر وقت انوار الہی کے بحرِ بے پایاں میں مستغرق رہا کرتے۔ صفائے قلب کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کو ایک قبر پر لے گیا۔ اور عرض کی یہ میرے ایک دوست کی قبر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ غلط کہتے ہو یہ تمہارے دوست کی نہیں بلکہ تمہاری بیوی کی قبر ہے۔ اس نے عرض کی کہ درست ہے۔ میں نے امتحان آپ سے دریافت کیا تھا۔

ایک دفعہ حضرت کا ایک ہمسایہ سخت بیماری میں مبتلا ہو کر جانی بلب ہو گیا۔ آپ نے دعا فرمائی کہ الہی! مجھ کو اس کی موت کے غم کی تاب نہیں ہے۔ اس کو شفا عطا کر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور آپ کے پڑوسی کو شفا حاصل ہو گئی۔

ایک روز ایک عورت نے حضرت کا دامن پکڑ لیا اور عرض کی کہ جب تک میری لڑکی کے حق میں آپ بشارتِ فرزند کی دعا نہ فرمائیں گے، دامن نہ چھوڑوں گی۔ آپ نے قدر سے سکوت کے بعد ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تیری لڑکی کے بیٹا ہوگا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ کو شہادت ظاہری و باطنی کی آرزو رہا کرتی تھی۔ اور بہت ازمائشیں بھی دعا فرمایا کرتے تھے۔ درگاہِ ایزدی میں آپ کی دعا باریاب ہوئی چنانچہ ۱۹۵۵ھ کو کچھ رات گئے چند آدمیوں نے دروازہ

فضائل سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معاذین کے اعتراضات کا جواب علامہ ابن حجر ہتیمی کے قلم سے

(۶)

(مترجمہ مولانا حکیم پیر عبدالحق صاحب نزہیل امرت سرائے)

منہا

ان کے مناقب میں سے ایک وہ روایت ہے جو اچھے راویوں کی سند سے مروی ہے۔ اگرچہ ان

میں سے بعض میں کچھ اختلاف بھی ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کسی کام کے

متعلق دوبار مشورہ طلب فرمایا۔ ہر بار وہ یہی فرماتے رہے

اللہ و اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جب وہ سامنے آکر کھڑے

ہوئے تو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو فرمایا تم اپنے کام

پر ان کو حاضر کرو اور سارا معاملہ ان کے سامنے پیش کرو۔

فَاقْبَلُوا قَوْلِي أَهْلِيْنَ - کیونکہ وہ قوت والا ہے اور امین ہے۔

ان دونوں وصفوں کو غور سے سوچو کہ یہ منصب خلافت

کے کس قدر لائق ہیں۔ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان سے موصوف

دیکھ کر خلافت کا اہل پاؤ گے۔ اور اسی لئے جب حضرت امام حسن

نے ان کو خلافت سپرد فرمادی تو اس میں کسی نے ذرا بھی عیب

نہیں نکالا۔ ہاں اس سے پہلے پہلے ان پر طعن ہوتا تھا۔ جبکہ

خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اور ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت

امام حسن رضی اللہ عنہما۔

ومنہا

ان کے مناقب میں سے ایک وہ روایت بھی

اختلاف ہے یا یہ کہ اس کو رسول کہا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔

پروستگ دی۔ خادم نے حضور کو اطلاع دی، فرمایا کہ اندر آجائیں
ان اندر آنے والے تین آدمیوں میں سے ایک ولایت زاد نعل تھا۔

اس نے پوچھا مرزا جان جاناں آپ ہی ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا

کہ ہاں ایسے سنکر اس طبیعت نے طہنچہ سے گولی ماری جو دل کے تڑپ

لگی اور آپ زمین پر گر پڑے نواب بخت خاں وزیر نے ایکٹاکٹر

بھیجا اور کہا کہ قاتل معلوم نہیں ہو سکا۔ اگر معلوم ہو گیا تو قصاص

میں اس کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ اگر

ارادہ الہی میں شفا ہے تو ہو جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی

اس کے خلاف ہے تو بھی میں رضائے الہی پر خوش ہوں۔ اس

کے بعد فرمایا کہ جس شخص نے یہ کام ہے اگر اس کا پتہ مل بھی جائے

تب بھی میں نے اس کو معاف کیا تم بھی معاف کر دینا۔ اس واقعہ

کے تین روز بعد آپ زندہ رہے اور اس حالت میں اکثر یہ شعر

پڑھا کرتے تھے

بنا کردند خوش رسے بجاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

مزار مبارک دہلی میں متصل چٹلی واقع ہے۔ چار دیواری

کے محراب کے اوپر یہ شعر کندہ ہے

بر لوج توبت من یا فتقد از غیب تحریر ہے

کہ اس مقتول راجہ سیکنا ہی نیست تعصیر ہے

حضرت مرزا اعجاز رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت نہایت مودوں

تھی اور آپ کا کلام بے حد موثر تھا۔ چنانچہ آپ کے چند اشعار یہاں

درج کئے جاتے ہیں

انل پہلوئے خود جا میدہم رسخ و محنت را

کہ غیر از من پہنا ہے نیست در عالم مصیبت را

قصفا از مشہد بامشت خونے دام سے گیرد

کہ تازگیں کند ہنگامہ روز قیامت را

بنا کردند خوش رسے بجاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

بجائے سنگ طفلان بارہ ہائے شیشہ بایزد

چو منظر میرزا دیوانہ نازک طبیعت را

اللہ صمد علیہ الكتاب والحساب وَ مَكْنَى لَهُ فِي الْبِلَادِ
وَقِهِ سَوَاءُ الْعَذَابِ (اے خدا اس کو لکھنا اور حساب
سکھادے اور ملکوں میں اس کو حاکم بنادے اور ان کو برے
عذاب سے بچادے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اللہ صمد علیہ
معاویۃ الكتاب والحساب (اے خدا معاویہ کو لکھنا اور
حساب سکھادے۔

ومنها

اور ان کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت
عمرؓ نے ان کی تعریف فرمائی ہے اور مدح
کی ہے۔ اور ان کو دمشق و شام کا حاکم مقرر کیا ہے۔ اور وہ حضرت
عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں اور اسی طرح حضرت عثمانؓ کے
عہد میں اپنے عہدے (مذکورہ) پر قائم رہے اور یہی ایک
منقبت ان کے فضائل میں کافی ہو سکتی ہے۔ بالخصوص جب تم
اس امر پر غور کرو کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے اس وسیع عہد
حکومت میں حضرت عمرؓ کا کل راضی ہے اور ان کو علیحدہ نہیں
کیا۔ جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رضی اللہ عنہما کو خدمت و امان
سے معزول فرما دیا تھا۔ جو کہ حضرت معاویہؓ سے کسی وجہ سے فصل
تھے۔ تو اس سے حضرت معاویہؓ کے بلند پایہ ہونے کا ثبوت ملتا
ہے۔ گویا کہ ان کے اندر نجد ان یعوب کے جو ایک حاکم میں ہو سکتے
ہیں۔ نہ تو کوئی پہلے سے موجود تھا۔ اور نہ ہی بعد ازاں ان پر
طاری ہوا۔ ورنہ ان کو حضرت عمرؓ فرما معزول فرما دیتے اور
اپنے عہدے پر کبھی باقی نہ رکھتے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ رضی اللہ
عنه حالانکہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ نے سے بلاد بعیدہ کے رہنے والے اپنے
حکام کی شکایت کر دیتے تو وہ ان کو فوراً معزول کر دیتے تھے۔
اگرچہ وہ (حاکم صاحب) کتنے ہی جلیل المرتبہ کیوں نہ ہوں۔ اور
حضرت معاویہؓ نے اپنے زمانہ امارت میں دمشق پر حاکم رہے۔
اور اتنی طویل مدت تک رہے۔ پھر بھی کسی نے ان کی نہ تو شکایت
کی اور نہ ہی ان پر کسی ظلم یا جور کی تہمت قائم کی۔ اس کو خوب غور
سے سوچو۔ تاکہ تم غباوت و عناد اور بہتان بازی سے محفوظ
رہ سکو اور کہ تمہارا اعتقاد سلامت رہ سکے۔

اور حضرت معاویہؓ کو دمشق کا والی بنانے کا یہ سبب ہوا تھا
کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے
اسلامی لشکروں کو ملک شام کی فتح کے لئے بھیجا اور ان پر
یزید بن ابی سفیان کو وفات پانگے۔ تو ان کے بھائی معاویہؓ
بن ابی سفیان کو اس لشکر کا امیر بنا دیا پھر حضرت عمرؓ نے
ان کو اپنے اس عہدے پر باقی رہنے دیا۔ اپنی خلافت کی ساری
مدت تک گویا معاویہؓ پر بیس برس تو امیر رہے اور بیس
برس آخر میں خلیفہ رہے۔ پھر حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے بیعت نہ کرنے
کی وجہ آگے ہم ذکر کریں گے۔ گویا اس وجہ سے حضرت علیؓ
کے زمانہ خلافت میں ملک شام پر متقل حاکم بن گئے۔ اس
کے بعد اس کے ساتھ بصرہ کو بھی ملا لیا۔ پھر جنگ صفین کے
بعد جب معاملہ دو منصف شخصوں پر ڈالا گیا۔ خلیفہ کہلانے
لگے۔ اور جب حضرت امام حسنؓ رضی اللہ عنہ نے اپنی مرضی اور اپنے اختیار
سے ان سے صلح کی تو وہ مستقل خلیفہ ہو گئے (اور حضرت امام
حسنؓ رضی اللہ عنہ نے یہ صلح ڈر اور خوف سے نہیں کی تھی) بلکہ ان کے پاس
بہت سے مددگار اور فرمانبردار تھے اور غالب گمان ان کو تھا کہ
فتح ہماری ہے (اور امر واقعہ بھی یہی تھا۔ اگر وہ حضرت معاویہؓ
سے جنگ کرتے تو ضرور ان کو فتح ہوتی۔ پس ان کا تحت سے
اترجانے کا باعث محض خوف خدا تھا جو مسلمانوں کا خون بچانے
کے لئے تھا۔ کیونکہ انہوں نے جیسا کہ فرمایا تھا، خوب جان لیا
تھا کہ دونوں گروہ مسادی ہیں یا تقریباً مساوی ہیں۔ پس
ایک کی فتح دوسرے فریق کا بہت بڑا حصہ فنا کرنے کے بعد
ہوتی اور بدینہ جو حکومت کو ترک کر دینا ان کے بہت بڑے
مناقب میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ اسی واسطے
ان کے جد اکرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام کے اندر
منبر شریف پر بطور پیشگوئی لوگوں کو یہ امر بتلانے کے لئے فرمایا
تھا۔ جو کہ حضرت امام حسنؓ رضی اللہ عنہ نے والا تھا۔ تاکہ کوئی جاہل
یہ گمان نہ کر بیٹھے کہ ان کی اس صلح کا باعث بزدلی یا کمزوری
ہے۔ (باقی آئندہ)

حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ حاکم مقرر کیا۔ اور اس لشکر کے ہمراہ حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ بھی گئے۔ جب یزید بن ابی سفیان

جلد ۳ صفحہ ۲۲۵

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ثانی اثنین اذھما
فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل
الله مکیة علیہ۔ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت
میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں حضرت عبداللہ
ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے تو سکینہ کبھی زائل نہیں ہوئی۔ لہذا یہاں حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ ہیں (ابن ابی حاتم) (تاریخ الخلفاء مترجم صفحہ ۲۲۵)
"اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی
فی الاسماء والصفات عن ابن عباس رضی اللہ عنہما
فی قوله (وجعل كلمة الذین کفروا السفلی) قال ہی
الشرك (وکلمة الله هی العلیا) قال لا اله الا الله۔
(ترجمہ) "محدثین ابن المنذر وابن ابی حاتم و بیہقی کتاب الاسماء
والصفات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
روایت کرتے ہیں کہ آیت مقدسہ (اور خدا نے کافروں
کی بات کو نیچے کیا) کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ شرک ہے اور آیت
مقدسہ (اور اللہ تعالیٰ کی بات بلند ہے) کی تفسیر میں
فرمایا کہ یہ لا اله الا الله ہے۔ (تفسیر درمنثور جلد سوم
صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶) (جامع البیان جلد ۱ صفحہ ۹۶) عمدة القاری
جلد ۵ صفحہ ۵۸۸

وروی الحاکم من طریق سعید بن جبیر عن ابن
عباسؓ فی قوله تعالیٰ (فَاَنْزَلَ اللَّهُ مَکِیَّةً عَلَیْکُمْ)
قَالَ عَلِیُّ ابْنُ بکر (ترجمہ) محدث حاکم نے حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر تسکین اتاری "رفع الباری
پارہ ۱۲ صفحہ ۳۵۵

(۱) وَاَخْرَجَ ابوالشیخ
عن قتادة رضى الله عنه
قال كان صاحبه ابا بكر رضى الله عنه والغار جبل مكة

یقال له ثور (ترجمہ) "حضرت امام قتادة تابعیؒ نے فرمایا
کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست و رفیق حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور غار شہر مکہ شریف کے پہاڑ ثور
میں تھی" (تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۲۳)۔ تفسیر ابن جریر
جلد ۱ صفحہ ۹۶

(۲) وَاَخْرَجَ عبد الرزاق وابن المنذر عن الزهري
رضی اللہ عنہ فی قوله اذھما فی الغار قال الغار الذی
فی الجبل الذی لیسعی ثورا (ترجمہ) حضرت محدث و امام
زہری تابعیؒ نے فرمایا۔ آیت (جب وہ دونوں غار میں تھے)
میں جس غار کا ذکر خیر ہے وہ غار پہاڑ ثور میں تھی "تفسیر
درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۲۳" (تفسیر ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۹۶)

(۳) وَاَخْرَجَ ابن مردويه عن عائشة رضى الله
عنها قالت مرأيت قوماً يصعدون حراً ذنبلت ما
يلتمس هؤلاء في حراً فقالوا الغار الذي اختبا
فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر رضى
الله عنه قالت عائشة رضى الله عنها ما اختبا في حراً
انما اختبا في ثور (تفسیر درمنثور
جلد سوم صفحہ ۲۲۳)

رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔
تفسیر ہجرت میں فقط یہی تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ۔ اور اصحاب بعضے پہلے نکل گئے تھے بعضے
پچھے نکل آئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی مدد نہیں کرتے ہو تو نہ کرو۔ اللہ خود اپنے رسولؐ کو
ناصر و مددگار کافی و حافظ ہے۔ دیکھو جب سال ہجرت میں
کافروں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے باہر
کیا۔ اور قید کرنا یا مار ڈالنا چاہا۔ تو اس وقت حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اپنے صدیق یعنی دوست (حضرت)
ابی بکر رضی اللہ عنہ بن ابی قحافہ کو ساتھ لیکر نکل کھڑے ہوئے اور تین

دن تک غار ثور میں رہے۔ تاکہ جو لوگ آپؐ کی جستجو میں آپ کے نشان پا رہے ہوں، واپس پھر جائیں۔ تب وہ وہاں سے مدینہ طیبہ کی طرف چلے۔ حضرت ابوبکرؓ کو یہ غم تھا کہ کہیں کوئی شخص مطلع ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا نہ دے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسکین دیتے اور ثبات قدم بناتے اور فرماتے کیا گمان ہے تیرا اُن دو شخصوں کے ساتھ جن کا تیسرا اللہ ہے (لما قال الامام احمد) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ جب کہ ہم غار کے اندر تھے کہ اگر کوئی آدمی ان میں سے اپنے پاؤں کی طرف دیکھے گا تو ہم کو دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا۔ یا ابابکرؓ ما ظنک باثنین اللہ ثالثهما (اخرجاه فی الصغیرین) و لہذا اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنی تسکین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آماری۔ سکینہ سے مراد نفرت و تائید ہے۔ اشرق اولین میں اور کسی نے فرمایا ضمیر حضرت ابوبکرؓ کی طرف پھرتی ہے کہ ان کو تسکین بخشی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ یہ اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تو ہر دم سکینہ تھا۔ لیکن یہ کچھ منافی تہجد و سکینہ خاصہ کو اس حال میں نہیں ہے۔ و لہذا فرمایا ہے کہ ہم نے تائید کی فرشتوں کے لشکر کے ساتھ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کلمہ کفار سے مراد (جس کو بچا کر دیا) شرک ہے اور کلمہ خدا سے جس کو اونچا کر دیا لا الہ الا اللہ ہے۔ (تفسیر ترجمان القرآن جلد ۲۔ ص ۳۵۵)

فار کہتے ہیں ثقب عظیم کو جو پہاڑ کے اندر ہو۔ ثور ایک پہاڑ ہے مکہ شریف کے قریب ایک ساعت کا رات ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ مکہ شریف سے نکل کر اس غار میں جا چھپے تھے۔ یہ قصہ تفصیلاً کتب سیر و حدیث میں مذکور ہے۔ سیاق حدیث ہجرت جو بہت طویل ہے افراد بخاری سے ہے مراد معیت سے معیت دائمہ ہے

جس کے ارد گرد حزن و غم نہیں آتا (امام و محدث) خجائی نے فرمایا یہ معیت مخصوصہ تھی ورنہ یوں تو خدا ہر کسی کے ساتھ ہے مطلب یہ تھا کہ جس کے ساتھ اللہ ہے اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ اور جب وہ مغلوب نہ ٹھیرا تو پھر حزن کس لئے ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو فقط خوف یہ تھا کہ کہیں جگہ نہ جان لیں اور یہ غم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا، نہ اپنی جان پر و لہذا انہوں نے یہ بات فرمائی تھی کہ اگر میں مر گیا تو ایک آدمی تھا اور اگر آپؐ کی وفات (شریف) ہو گئی تو اُمت و دین ہلاک ہوا۔ حضرت انسؓ اور حضرت میمونؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو غار سے اندھا کر دیا پھر اُوہ سرد و رتے پھرتے تھے۔ کہیں آتا پتا نہ چلا۔ امام و محدث نوویؒ نے فرمایا۔ یہ ماجرا اس آیت (ان اللہ مع الذین تقوا والذین هم عسکرون) میں داخل ہے۔ اور اس میں بیان ہے توکل عظیم آل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس مقام میں اور فضیلت ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی یہ بڑی منقبت ہے اُن کی کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ فار تھے اور اللہ نے اُن کا ذکر اپنی کتاب میں کیسے شائستہ عنوان کے ساتھ کیا۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سارے اہل زمین پر عتاب کیا سوا ابوبکرؓ کے (امام حسن بن فضل نے فرمایا کہ جس نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ صاحبِ سؤل خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں وہ کافر ہوا، بنی قرآن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو حوض پر میرا صاحب ہے اور غار میں میرا صاحب ہے (اخرجہ الترمذی وقال حدث حسن صحیح غریب) حضرت ابوالسعودؒ کا لفظ یہ ہے کہ اس آیت میں جو دلالت ہے۔ علو طبقہ صدیق و سابقہ صحبت حضرت ابوبکرؓ پر وہ مخفی نہیں ہے۔ کشاف میں کہا ہے کہ منکر صحبت حضرت ابوبکرؓ کا کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے کلام اللہ کا انکار کیا۔ یہ بات باقی صحابہ کے لئے نہیں ہے۔ اہل علم نے اس آیت سے وجود کثیرہ فضل ابوبکرؓ

ہومنہائیات

قادیانی خلیفہ اور حضرت فاروق عظیمؓ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟

(۲)

حضرت فاروق عظیمؓ کا اپنے معترض کی تسلی کرنا ایک

شہنشاہ اسلام ہزار ہا کے مجمع میں میر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک صحابی نے کہا کہ ہم آپ کی کوئی بات سننے اور ماننے کے لئے تیار نہیں جب تک ہماری تسلی نہ ہو ورنہ یہ اعتراض پیش کیا کہ مینی چادیں جو مال غنیمت میں آئی تھیں اور ہر ایک کے حصہ میں ایک ایک آئی۔ اس سے چھوٹے چھوٹے کرتے بنے آپ جو چند پہنے ہوئے ہیں۔ یہ ایک جادو میں تیار نہیں ہو سکتا۔

باقی کچھ آپ نے کہاں سے لیا؟ اس قدر سنگین اعتراض ہزار ہا کے مجمع میں سُنکر بھی امیر المومنینؓ نے بُرا نہ منایا۔ نہ معترض کو منافق و مرتد قرار دیکر اس کا بائیکاٹ و مقاطعہ کیا۔ بلکہ نہایت فراخ دلی اور خندہ پیشانی سے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو معترض کی تسلی کرنے کا حکم دیا۔ جنہوں نے بتلایا کہ میں نے اپنے حصہ کی چادر بھی اپنے والد کو دیدی تھی۔ اب

معترض نے کہا کہ ہماری تسلی ہو گئی۔ اب آپ جو حکم دیں اس کی تعمیل کی جائے گی۔ اس کے مقابل خلیفہ صاحب پر سخت سے سخت الزامات آئے دن مخلصین خلافت کی طرف سے لگائے جا رہے ہیں لیکن خلیفہ صاحب بجائے حضرت عمرؓ کی طرح معترضین کی تسلی کرانے کے اُلٹا انہیں منافق و مرتد اور دشمن سلسلہ وغیرہ قرار دیکر انکا سختی سے بائیکاٹ و مقاطعہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ معترضین کی طرف سے مندرجہ ذیل فیصلہ کے چار طریق بھی بار بار پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ ہم سے اعتراضات کا ثبوت لیا جائے۔

۱۔ مرزا صاحب کے ارشاد کے مطابق

خلیفہ صاحب ہم سے مباہلہ کریں۔

۳۔ یا خلیفہ صاحب ان الزامات سے ہریت کرتے ہوئے

یکطرفہ حلف موکد بجناب اٹھائیں۔

۴۔ یا ہم حلف موکد بجناب اٹھانے کو تیار ہیں۔ ان حالات

میں خلیفہ صاحب کا کسی صورت فیصلہ کے لئے بھی آمادگی ظاہر

نہ کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ دال میں کالا ضرور ہے۔ کچھ تو ہے

جس کی پردہ داری ہے۔ پھر دعوائے فضل عمر ہونے کا۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ مہر کی حد مقرر

فاروق عظیم کا مہر

کرنے لگے تو ایک عورت نے آپ کو

کی حد مقرر کرنا۔ روک دیا کہ خلیفہ ہو کر قرآن نہیں

جانتا۔ قرآن کہتا ہے کہ حیثیت کے مطابق مہر باندھو۔ آپ

حد مقرر کرنے والے کون۔ اس پر حضرت عمرؓ رو پڑے اور

فرمایا کہ عورتیں عمرؓ سے بھی زیادہ قرآن جانتی ہیں۔ اس کے

بالمقابل یہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ جب خلیفہ کسی رائے کا ظہار

کر دے تو اس کے خلاف رائے دینا بے ادبی ہے۔ اور گستاخی

میں داخل ہے اور یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ خلیفہ کا ہر حکم

بلاچوں و چرا تسلیم کرنا چاہیے۔ جو خلیفہ پر اعتراض کرتا ہے

وہ منافق اور جہنمی ہے۔ جو خلیفہ کی بیعت کرنے کے بعد اس پر

اعتراض کرے ایسے شخص کا دماغ خراب ہے۔ اس کو اپنا

علاج کرنا چاہیے وغیرہ۔ پھر دعوائے فضل عمر ہونے کا۔

حضرت عمرؓ کے عیب نکالنا

تھے۔ جو شخص میرے

عیوب پر مجھے واقف کرتا ہے، خدا اس پر رحمت کرے۔

لیکن یہاں خلیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو مجھ پر سچے

اعتراض بھی کرے گا۔ وہ بھی تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔

پھر دعوائے فضل عمر ہونے کا۔

ایک دفعہ عمر فاروق شہنشاہ

اگر عمرؓ بے راہ ہو جائے

اسلام جن کے خدام قیصر و

”میرے بعد اگر تم خلیفہ مقرر ہوئے تو اپنے خاندان کو والی نہ بنانا“

پھر حضرت عثمان غنیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

”اگر تم خلیفہ ہوئے تو تم بھی اپنی برادری والوں اور عزیزوں کو عہدوں پر مقرر نہ کرنا“

اس کے بالمقابل مدعی فضل عمر کا یہ حال ہے کہ ابھی تک کوئی سلطنت یا حکومت حاصل نہیں۔ پھر بھی چندوں سے قائم کردہ نظام میں انکے اپنے رشتہ دار حاکم ہیں چنانچہ ناظرنا لیف و تصنیف کے عہدہ پر انکا بھائی میاں بشیر احمد صاحب مقرر ہے۔ ناظر تعلیم و تربیت کے عہدہ پر انکے چھوٹے بھائی مرزا شریف احمد صاحب ہیں۔ ناظر ضیافت خلیفہ صاحب کے حقیقی ماموں میر محمد اسحق ہیں۔ پھر مدرسہ احمدیہ کی ہیڈ ماسٹری بھی خلیفہ صاحب کے ماموں کے ہی سپرد ہے۔

نظارت اور عامہ و امور خارجہ خلیفہ صاحب کے سالہ ولی اللہ شاہ کے قبضہ میں ہے۔ افسر جلسہ سالانہ ہمیشہ خلیفہ صاحب کے ماموں ہی ہوا کرتے ہیں۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ جیسے ذمہ داری کے عہدے پر خلیفہ صاحب کا نا تجربہ کار بیٹا لگا دیا گیا ہے۔ (چنانچہ اس نے جامعہ کے ایک گجراتی لڑکے کو درجنوں بید زنی کی سزا دی) پھر نظم یہ کہ اس نا تجربہ کار بچے کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ہیڈ ماسٹری بھی سپرد کر دی گئی ہے۔ اور طرہ یہ کہ اس ہی لڑکے کو خدام الاحمدیہ کا حاکم بنا کر علما تمام جماعت ہائے احمدیہ کی حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دیدی گئی ہے۔ (کیونکہ خدام الاحمدیہ میں ہر احمدی کی بھرتی جبری قرار دی گئی ہے۔ پھر دعویٰ فضل عمر ہونے کا۔

شہنشاہ اسلام فرش خاک پر | ہرمزان بڑی شان و شوکت اور کور فر

کے تخت اٹ چکے تھے۔ فرمانے لگے۔ مسلمانو! میں جو تمہارا امیر مقرر ہوں، اگر میں بے راہ ہو جاؤں تو تم کیا کرو؟ پھر حضرت سعدؓ نے جواب دیا کہ عمر! اگر تم ذرہ بھی شریت سے اِدھر اُدھر ہوئے تو ہم تلوار سے تیری گردن اڑا دیں گے دوسری روایت میں ہے، ہم نیکے کی طرح بن نکال دیں گے۔ اس قدر سخت جواب سن کر آپ بجائے ناراض ہونے کے خوش ہو کر فرمانے لگے۔ کہ اس اُمت میں خیر اسی وقت تک رہیگی جب تک تم جیسے لوگ رہیں گے۔

اس کے بالمقابل یہاں کہا جا رہا ہے کہ خلیفہ سے بُرائی سرزد ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر ہم خلیفہ کو کوئی بُرائی کرتا بھی دیکھیں تو سمجھنا چاہیے کہ ہماری آنکھوں کا ہی قصور ہے۔ یہاں مفتی سلسلہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی یہ شان کہ لایسٹل عطا یفعل کہ اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اسی طرح خلیفہ سے بھی کوئی باز پرس نہیں ہو سکتی۔ پھر دعویٰ فضل عمر ہونے کا۔

حضرت عمرؓ کی دعا | حضرت عمرؓ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہید کئے جانے کی خواہش رکھتے تھے اور یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللھم اے رزقنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی مدینۃ رسولک۔

اس کے بالمقابل خلیفہ صاحب موت سے اس قدر خائف ہیں کہ پناہ بخدا اپنے ارد گرد ہر وقت پہرے دار رکھتے ہیں کہ کبھی کوئی حملہ نہ کر دے۔ پھر دعویٰ فضل عمر ہونے کا۔

حضرت عمرؓ کا عہدے دنیا | امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کو بطلان عہدے دیا ہی نہ کرتے تھے۔ بلکہ آپ اس مہل پر یہاں تک سختی سے قائم تھے کہ مرتے وقت اپنے لئے حضرت علیؓ کی رسم اللہ وجہ سے فرمایا کہ:-

کے ساتھ ہیرے جواہرات سے مرصع تاج سر پہ رکھ کر اور برق برق لباس خود بھی پہن کر اور اپنے ہمراہیوں کو بھی پہنا کر اسلامی جبریل کے زیر حراست مدینہ پہنچا۔ تو شہنشاہ اسلام کے محل اور دربار کو دیکھنے کے لئے اس کی آنکھیں ادھر ادھر اٹھنے لگیں۔ بالآخر معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں فروکش ہیں۔ جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک شخص فرش خاک پر سوا ہوا ہے ہرمزان نے دریافت کیا کہ خلیفہ اسلام کہاں ہیں؟ جب آپ کی طرف اشارہ کیا گیا۔ تو اس حالت کو دیکھ کر ہرمزان سناٹے میں آ گیا۔ اور شہنشاہ اسلام کی یہ ہیئت کذاتی دیکھ کر معلوم کر لیا کہ واقعی خدا ان کے ساتھ ہے۔ جب لوگوں کی باتوں سے امیر المومنین رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور ہرمزان کو دیکھا کہ دنیوی شان و شوکت کا مرقع بنا ہوا ہے۔ فرمایا اللہ اللہ دنیا کی یہ نمائش اور کمکاریاں ہیں۔ جو آدمی کو راہ راست سے بھگائے پھرتی ہیں۔ اس کے بالمقابل فضل عمر کو لیجئے۔ اگر کوئی باہر سے آکر دیکھے تو ان کی شان و شوکت انکی کروڑوں کے محل و کوٹھیاں، ان کی موٹریں، ان کے ریڈیو، ان کے ساز و سامان دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ کسی دنیوی نواب یا راجہ ہمارا جہ کے سامان ہیں۔ ان حالات کی موجودگی میں پھر انہیں فضل عمر قرار دینا پسے درجہ کی بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟

قحط کے دوران میں
شہنشاہ اسلام کی خوراک

تھے۔ صرف جو کی روٹی پر گزارہ کرتے۔ جب خشک غذا سے معدہ کو کچھ تکلیف ہوئی تو میٹ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم چاہو کچھ کرو۔ مگر خدا کی قسم جب تک اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو رزاقی سے مالا مال نہ کرے گا میں تمہیں اس

سے زیادہ نہ دوں گا۔ اس کے بالمقابل فضل عمر کا یہ حال ہے کہ صرف قادیان میں بہت ایسے لوگ موجود ہیں جو کثرت عیال اور تنگی روزگار کے سبب فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ دفتروں کے کارکنوں کو کئی کئی ماہ تک تنخواہ نہ ملنے اور زیادہ چندے وضع کرنے کے سبب سخت تنگی اور مشکلات میں گذر کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ احمدی دکاندار جو کارکنوں کو سودا ادا کر دیتے ہیں۔ ان کو بھی وقت پر وصول نہ ہونے کے سبب سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کے کاروبار ہی خراب ہو گئے ہیں۔ ان کو باقی تمام کاموں کے لئے روپے مل سکتے ہیں حکام کو ہزاروں روپیہ نذرانے دیئے جاسکتے ہیں۔

جواہرلال نہرو جیسے دشمن احمدیت کو سینکڑوں والٹینٹر بھیج کر سلامی دی جاسکتی ہے۔ مہرجات خرید کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر کچھ نہیں کر سکتے۔ تو صرف یہ نہیں کر سکتے کہ غریب مخلص کارکنوں کو جو تھوڑی تھوڑی تنخواہوں پر گندہ اوقات کر رہے ہیں۔ ان کو باقاعدہ تنخواہیں ادا کی جائیں۔ جبکہ رسول مقبول م کا مرتع حکم ہے کہ مزدور کا سپینہ خشک ہونے سے پیشتر اسکی مزدوری ادا ہو جانی چاہیئے۔ حالانکہ خلیفہ صاحب خود بڑے مزے سے عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ فٹ کلاس میں سفر کرتے۔ پہاڑوں کی سیر اور تفریح پر ہزار ہا روپیہ خرچ کرتے۔ پانچ پانچ ہزار کی موٹروں میں سوار ہوتے ہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ کوٹھڑیوں میں بود و باش رکھتے ہیں۔ ریڈیو لگو کر گانے بجانے سنے جاتے ہیں۔ لوگوں کو سادہ کھانا کھاتے اور سادہ لباس پہننے اور نئے زیور نہ ہونے کی تاکید کی جاتی ہے۔ لیکن ان کے گھروں میں مرغیاں اور انڈے اس کثرت سے استعمال ہو جتے ہیں کہ قادیان میں کسی بیمار تک کے لئے بھی مرغی انڈے کا ملنا محال ہے

خاکساریات

الانتباهية على الاقتتاحة
مشرقی کا تذکرہ غلط

(پہلے سہ گزشتہ)

(۲۲۰) ولا یزالون امة واحدة (۲۹-۱۳)

جو زمین کے مالک ہیں وہ اللہ کے بندے ہیں اور وہ ایک ہی گروہ بنے رہتے ہیں۔ غالباً اس سے مراد اقوام یورپ ہیں۔ مگر ایک قوم متحد النیال نہیں۔ ورنہ ان میں باہمی جنگ و جدال نہ ہوتا۔

(۲۲۱) برہمہ یتقون (حوالہ مذکور) اقوام یورپ

متقی ہیں۔ خوب اردو میں اسی بنا پر شاہ مذہب کو خیر باد کہہ دیا ہوگا۔ کثرتِ زنا۔ شراب۔ بے غیرتی اور بے حیائی کا نام ہی شاہِ مذہب ہے۔ القاءِ بغیر حرف جار استعمال ہوتا ہے۔ ب کے ساتھ پناہ لینے کے معنی میں ہو جاتا ہے۔ تو اقوام یورپ خدا کے پاس کب غیار سے ڈر کر پناہ لیتی ہیں۔ اسلوب بیان کا ملاک الامر حقیقت نفس الامر یہ ہوا کرتی ہے۔ ورنہ تو ہمت تو دیوانے کی پڑ سے زیادہ دقیع نہیں ہوتے۔ اس کے بعد چند فقرات لکھ کر بتایا ہے کہ وہ مشرک نہیں۔ توحید کے

بقیہ از صفحہ ۱۴

ان کے گھروں میں اعلیٰ سے اعلیٰ لباس پہنے جاتے، اور نئے سے نئے زیور بنائے جاتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں ان کی لڑکیوں کی شادی کے موقع پر پانچ ہزار روپے کے زیورات بنوائے جانے کا عام چرچا ہے۔ یہ حال۔ پھر دعویٰ فضل عمر ہونے کا۔ (باقی آئندہ)

قابل ہیں۔ یعنی ان میں اتحاد قومی موجود ہے۔ منظم ہیں۔ اپنے ادنیٰ الامر کی اطاعت کرتے ہیں۔ باہمی رحم و ہمدلی ہیں مگر مخالف پر کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور مذکورہ اصد بہت (دنیا کی محبت، حکومت پرستی۔ حب مال، تعشق باللذہ وغیرہ) ان کے معبود نہیں۔ یہ باتیں صرف کہنے کی ہیں ورنہ دنیا جانتی ہے کہ یورپ کیسے متحد النیال ہے۔ عشقِ یورپ میں مستغرق ہو کر اس فقرہ کے اول یہ بھی لکھا ہے کہ سلام علیہ المتقین۔ ان پر ہیزگاروں پر ہمارا سلام ہو اور اس تخیل میں اقوام یورپ کو بھی اپنے محتاج بندے اور زبردست غلام سمجھ کر رحم دلی اور رافت و عظمت سے پیش آتا ہے پہلے رب ہند کا تخیل تھا۔ اب اور دبا کا بھوتنا بھی سوار ہو گیا ہے۔

(۲۲۲) الجماء الفقیر (۲۶-۱۷) یکب اسم عالیہ یا

جملہ عالیہ ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ اور یہاں مبتدا ہے اور اس کے بعد پیش کا اطلاق غلط ہے۔ عنہم کا صلا بھی غیر مسموع ہے (۲۲۳) یقولون لا نذر احد من المشرکین۔

(۲۷-۱) اہل یورپ کہتے ہیں کہ ہم کسی مشرک کو زندہ نہیں

چھوڑیں گے۔ مشرقی کی خانہ زاد اصطلاح ہے کہ مسلمان

مشرک ہیں اور اقوام یورپ متقین اور مومنین۔ ورنہ قرآن

مجید اس کے خلاف ہے۔ اگر باہمی اتحاد کو توحید مان کر

اطاعت اولی الامر کو اطاعت الہی تصور کیا جائے تو اہل

یورپ بھی اہل توحید نہیں ہیں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ

قرآن مجید میں ان کے باہمی اتحاد کی نفی موجود ہے البقی

بینہم العداۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ یہود

و نصاریٰ کے حق میں افرادی اور مجموعی طوع پر وارد

ہے۔ دوم اس وجہ سے کہ اہل یورپ سے مراد صرف

انگلش قوم نہیں بلکہ تمام اقوام یورپ مراد ہیں جن کے

درمیان آج نہیں قدم سے باہمی مخالفت چلی آئی ہے

جس کا انکار کرنا صاف جہالت ہے۔ ہاں ایک ایک قوم کا

میں حسرت کے ضمن میں یوں کہا ہے کہ تمہیں بھی تباد کرتے کوہے اور خدا اپنا عذاب ڈالنے کو ہے۔ اس بڑ کو انکے ہوئے اٹھارہ سال گذر رہے ہیں۔ مگر مسلمان پہلے کی نسبت سنبھلتے جا رہے ہیں۔ اور اس مندرجہ کی تحریف کو خدا جھوٹا ثابت کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ عربیت سے نا آشنا ہو کر قرآن مجید میں غور و غوض کر رہا ہے۔ جو عہد رسالت میں بھی شیوہ کفار تھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ محض فہم کو صحیح طور پر استعمال نہیں کر سکا۔

(۲۲۶) من دون العلمین الذین ہما اصعب الناس والمجیم (۱۰-۲۷) یہ بتایا کہ مسلمان توحید کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ غیر مسلم توحید سے نا آشنا ہیں۔ اس لئے وہ دوزخی ہیں۔ ترکیبی الفاظ سے اگر مسلمانوں کو دوزخی قرار دیا ہے تو قرآن کے خلاف ہے اور اگر دوسروں کو دوزخی کھا ہے تو اپنے عقیدہ کے خلاف کیا ہے۔ اور عالمین کی صفت قرار دینے میں کمال خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے کیونکہ عالمین کے تحت بنی نوع انسان کے علاوہ ملائکہ بھی داخل ہیں اور وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کی بشارت بالجنۃ قرآن مجید میں خود موجود ہے اور علاوہ بریں جمادات اور حیوانات جہلم فلکی لوح کرسی سب اس میں داخل ہیں تو پھر وہ دوزخی کیسے ہوں گے؟

(۲۲۷) انما نحن الموحدون (۱۶-۲۷) اہلحدیث کا مقولہ درج کیا ہے۔ کہ ہم ہی لوح ہیں اور کوئی نہیں مگر طریق بیان میں انما حرف قصر قلب کو حصر کے ساتھ استعمال کرنا کسی ہوشمند کا کام نہیں۔ ہاں تاکید کرنا تو بجا تھا۔ اور ذوق سلیم بھی اُسے ناپسند کرتا۔ آگے چل کر قرآنی الفاظ میں یہ خوف دلایا ہے۔ کہ ذرہ دیکھو عذاب آنے کو ہے ہیں بھی نظر ہوں۔ گویا اس وقت نبوت کا تحیل داغ میں سمایا ہوا ہے۔ جو کسی طرح ایسے ابد مفرد کے لئے زیبا نہیں۔ اس کے بعد تقلید کفار کا مصداق قرار دیکر اہلحدیث کو اپنے

اپنی اپنی جگہ پر اتحاد ایک اور بات ہے۔ کہ جس کی وجہ سے نازی انگلش اور فریج وغیرہ اپنی اپنی قومیت کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ مگر ہندوستان میں چونکہ مجموعہ اقوام ہے اس لئے ایک سادہ لوح کی نظر میں قومی اختلاف کا مرکز ہے۔ روز مسلمان قوم کا اتحاد ہندوؤں کے مقابلہ میں نمایاں ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کا قومی اتحاد مسلمانوں اور کھوں کے مقابلہ میں الگ دکھائی دیتا ہے۔ اور کبھی مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے دونوں اتحاد باہم مل جاتے ہیں۔ تو مشرقی تحیل میں سکھوں یا ہندوؤں اور مسلمان ہندو مغربی توحید اور مغربی اطاعت الہی کے خلاف تصور کرنا بالکل غلط ہے۔

(۲۲۸) سلام علی المتقین..... شاہدین علی توحید علما و معننا و یتمون مدۃ حیوئہم فی اعلاء سنۃ العلی العظیم (۵-۲۷) ہمارا سلام ہوا ان پر ہیزگاروں پر جو عملی اور حقیقی طور پر توحید الہی کا نعرہ لگاتے ہیں اور اپنی تمام عمر اس کی اعلائے سنت پر مشتم کرتے ہیں۔ یہ فقرہ یو رب پرستی میں لکھکر ان کو متقی کا لقب دیا ہے اور ان کی حکومت کو حکومت الہی کے رنگ دے کر مسلمانوں کو مستوجب مزا ہی بتاتا۔ مشرقی نے توحید اسلامی کو قرآن مجید سے غلط استدلال کر کے قومی اتحاد ٹھیرایا ہے۔ اور ان کو عامل بالتوحید پیش کر کے مسلمانوں کو مشرک اور تارک توحید بتایا ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ان پر اپنا سلام بھی جاری کر کے مذاقی دعوے کیا ہے۔ قرآن شناسی کا یہ حال ہے کہ معنائ کی رسم خطی سے واقف نہیں۔ یتمون اپنے مقام پر درست نہیں بیٹھتا اور اعلائے سنت بھی کوئی محاورہ نہیں۔

(۲۲۹) یحشر علی المسلمین... یکاد سننا البوق

یحفظہم..... عسی ان یاتی اللہ بامرہ (۱۸-۲۷)

اس فقرہ میں اپنے ہم عصر مسلمانوں پر مذاقی دعوے کی دھن

جابل باپ دادا کا مقلد بتایا ہے۔ گویا اس مجدد کے خیال میں ہمارے مسلمان آباد اجداد بھی کا فر اور اسلام سے ناواقف تھے۔ تاہم یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مجدد کا اپنا باپ دادا کس زمرہ میں داخل تھا؟

(۲۲۸) وحشد دارحاکمہ فانتک من الموحلین فی صبح خاصۃ اذا قرب منه و مطننت کما الجحیم و ملحدک عجنۃ من نار (۲۷-۱۳) المحدثو! سفری سامان کے لئے سواری کس لو کیونکہ جمہرات کو بلکہ اس سے پہلے ہمیں جان سے کوچ کرنا ہوگا۔ اور ہمیں دوزخ کے گڑھے میں اتارنا ہوگا۔ یہ عذابی پیشگوئی اٹھارہ سال پہلے ہی پوری نہ ہوئی۔ نہ چچی جمہرات آئی نہ دوزخ تیار ہوا۔ بہر حال محل کے بعد صبح نہیں اور حجیم موعود ہو سکتا ہے مطننت نہیں ہو سکتا۔ شاید موعود اس لئے نہیں کہا کہ دوزخ دوزخ میں نہ جا پڑے اب سوال یہ ہے کہ جب المحدث قطعاً دوزخی ہوئے اور فرنگی قطعاً جنتی ہوئے تو خود مشرقی کا مقام کہاں ہوگا اور اس کے جنت و دوزخ اچھو میں ہیں یا کہیں کسی خاکسار شیش میں ہیں؟

ایہ میں معلوم کر لینا چاہیئے لصبیح خامستہ کی جگہ فی صبح خاصۃ استعمال کرنا غلط ہے۔ اصل استعمال پانچویں رات کی صبح کے لئے ہے۔ مگر ہم نے ذرہ تصرف کر کے جمہرات کی صبح قرار کر دی ہے۔ ورنہ غلط فقرہ کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ تم پانچویں رات کے بعد صبح میں تباہ ہو جاؤ گے۔ یا اس سے بھی پہلے۔

(۲۲۹) و قدھا الحجادۃ و اشراکوا المقلدون (۲۷-۱۳) المحدثو! تم ایسے دوزخ میں پانچ دوز کے اندر اندر پڑ جاؤ گے۔ کہ جس کا اندھن پتھر ہیں اور تمہارے شرع مقلد۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ مقلدین کی اضافت المحدث کی طرف کیسی ہے۔ صحت ہے تو غیر مقلد کو مقلد کہنا غلط ہوگا۔ فیو کا امکان نہیں لآئی ہے تو باہمی تعلق اشتراکی کا ثبوت دینا چاہیئے تھا۔ غالباً اس زعم جمل سے ان کو مقلد اور شریر کہا ہوگا۔ کہ وہ بھی مقلدین کی طرح اس جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں کہ اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

نوٹ علا۔ تقلید لغت کمال تفویض کا نام محاورہ ہے۔ کہ قُلُّوْہُ الْاَمُو۔ بادشاہ نے وہ کام اس کے گلے ڈال دیا ہے۔ وہ جانیں یا اس کا کام۔ مگر مقلد اپنے امام کو اپنے نیک و بد اعمال کا ذمہ دار نہیں بناتا۔ اس لئے جو لوگ تقلید ائمہ کو کفر یا بدعت جانتے ہیں۔ وہ شرعی تقلید کے مفہوم سے نا آشنا ہیں۔ فقہ میں تقلید کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص اپنے حق ظن کی بنا پر ایک مستند عالم یا امام کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ جس کو وہ اپنے سے بڑھ کر قرآن و حدیث کا ماہر یا متقی خدا رسیدہ سمجھتا ہے بغیر اس کے کہ اپنے نیک و بد اعمال کا اسے کفیل یا منقض الیہ تسلیم کرے۔ تو ایسی تقلید کے متعلق ائمہ اسلام کے درمیان ایک تفصیلی گفتگو کو علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الاستفتاء میں درج کی وہ تفصیل اس امر پر غور کرتی ہے کہ ایسی تقلید کس کے حق میں ضروری ہے۔ یا کس کے لئے مضر؟ یا کب ضروری ہے اور کب تحسن۔ مگر تقلید ائمہ کو کسی ماہر اسلام نے بدعت باعث خروج از اسلام قرار نہیں دیا لیکن آج کل کے مشرقی اور مغربی نیم تعلیم یافتہ اپنی حیالت کا ثبوت دیتے ہوئے کہیں دُور تک پہنچا دیتے ہیں۔ مشرکین عرب اپنے آبائی بت پرستی کو اپنی خلصی کی راہ سمجھتے۔ اور بلا تحقیق توحید کو چھوڑ کر گرائی پیروی کو کافی سمجھتے تھے۔ باوجودیکہ ان کے آباد اجداد کی جہت طشت از بام ہو چکی تھی۔ تاہم لیکر کے فیر بنے ہوئے تھے۔ تو اس طرح کی تابعداری کو قرآن مجید میں تسلیم نہیں کیا گیا۔ بلکہ اسلام سے خارج مانا ہے۔ تو جو لوگ تقلید ائمہ کو اتباع کفار سے مساوی سمجھ کر برا کہتے ہیں۔ وہ بے جا بدظنی کے مرتکب ہیں اور انہوں نے یہ کبھی غور نہیں کیا کہ پہلے تو مشرکین کے متعلق قرآن مجید میں تقلید کا لفظ نہیں آیا بلکہ اس کی بجائے اتباع سلف یا اقتداء آباد اجداد یا اس قسم کے کوئی اور لفظ وارد ہوئے۔ جو اتباع سلف کے قریب قریب ہے۔ مگرین تقلید اتباع سلف کے حق میں ہیں۔ جس کی ایک مثال تقلید شخصی بھی ہے۔ اور یہ خیال کرنا غلط ہے کہ اتباع سلف میں ایک

جماعت کی تابعداری ہے۔ اور تقلید شخصی میں شخص واحد کی۔
اس لئے اتباع سلف سبیل مومنین ہے۔ اور تقلید شخصی تقلید
کفار۔ کیونکہ کفار مشرکین کسی شخص واحد کے پیرو یا مقلد نہ
تھے۔ بلکہ اپنے اسلاف کی جماعت کے پیرو تھے۔ اگر انصاف
سے دیکھا جائے۔ تو تقلید شخصی کو بدعنوانی سے خدانے ذکر نہیں
کیا۔ ہاں اتباع سلف کو دو طریق پر بیان فرمایا ہے۔ اول
پسندیدہ طریق پر جبکہ اسلاف صحیح طریق پر چلتے والے
تسلیم کئے جا چکے ہوں۔ جیسے دانتبع ملتہ ابائی ابوہم
الآیہ۔ فہمد مہم اقتدہ۔ دوم ناپسندیدہ اور گمراہی ہے
جبکہ متبوع کافر ہوں۔ جیسے یتبع غیر سبیل المومنین۔
الفینا علیہ اباؤنا۔ ما سمعنا بهذا فی الملة الاخره۔
خدا کے فضل سے جا رہے نبی آباؤ اجداد کے مسلمان خدائے
تھے۔ اور ردحانی باپ ائمہ عظام بھی متقی ماہر کتاب و سنت تسلیم
کئے جا چکے ہیں۔ تو اندر اس صورت یہ لفظ سمجھ میں نہیں آتا کہ

تم تقلید ابائی کی وجہ سے کافر اور شریر بن چکے ہو۔ و للتفصیل
موضع آخر وفي ما ذکرنا کفاية الذی الدر ایتہ۔ اب کسی
مغربی یا مشرقی کا تابعدار ان حضرت امام اعظم رحمہ کو مشرک یا بدعتی
کہنا اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ مقلدین امام اپنے پیشوا کو
مشرق کی طرح شریعت ساز یا علمی ہوت سمجھتے ہوں۔ اور جب
وہ صرف قول امام کو شرعی فیصلہ یا اسلامی فتوے جانتے ہیں
تو یہ بھی ان میں شامل سمجھے جائیں گے۔ جو اس وقت حافظ
ابن تیمیہ یا ابن حجر وغیرہما کے فتاویٰ کو تسلیم کر رہے ہیں
مگر یہ یاد رہے کہ مقلدین امام ان مقلدین خاکساروں سے
بیزار ہیں۔ جو ایک فحاش حدیث نبوی کے دشمن قرآنی نمائند
کو جہالت کی وجہ سے تحریف کرنے والے کو اپنا امیر بلکہ
بلا تحقیق غیر مسئول مطاع تصور کر رہے ہیں۔
اللہم ا خذل من خذل دین محمد
صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منهم۔

حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ چودھویں صدی میں یا ماہ نامہ "الفرقان" بریلی کا

ولی اللہ نمبر

جو ۲۶۲۲۲۲ سائز کے تین سو سے زیادہ صفحات پر ان شاء اللہ خرد سہر سٹم میں شائع ہوگا۔ پوری کیفیت تو مطالعہ ہی سے معلوم
ہو سکے گی۔ لیکن کچھ امانتہ غالباً آپ اس سے بھی فرما سکیں گے کہ ادارہ "الفرقان" کے علاوہ علامہ سید سلیمان ندوی مولانا سید
ابوالاعلیٰ مودودی مولانا سید مناظر احسن گیلانی۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی (دیم اے) ایڈیٹر "برہان" دہلی اور مولانا سید علی ندوی پرنسپل
ندوۃ العلماء ایڈیٹر "الندوہ" لکھنؤ جیسے اہل قلم وادار باب تحقیق نے بھی اس نمبر کی تیاری میں خاص حصہ لیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے
تجدیدی کاموں، الہامی نظریں اور آپ کے انقلاب انگیز فلسفہ کے متعلق اس نمبر میں تقریباً بیس مشاہیر اہل قلم اور ممتاز علماء کرام کے
بصیرت افروز اور مبسوط مقلدے ہیں۔ نیز بلند پایہ شعرا کی کیفیت آور نظموں اور حضرت شاہ صاحب کے دست مبارک کی لکھی ہوئی بعض نہا
اہم اور تاریخی تحریرات کے فوٹو بھی آپ اس نمبر میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ کثرت اشاعت کے لئے قیمت ڈیڑھ روپیہ (عبر) رکھی گئی
ہے۔ لیکن "الفرقان" کے مستقل خریداروں سے اسکی علیحدہ کوئی قیمت نہیں لی جائیگی بشرطیکہ اسکا سالانہ چندہ تین روپے (ستم) اسکی
اشاعت سے پہلے وصول ہو جائے۔ پتہ: ناظم دفتر "الفرقان" بریلی (یو۔ پی)۔

مولانا ابوالحسن محمد سجاد رضا کا انتقال پٹنہ

دہلی (ڈاک سے) حضرت مولانا ابوالحسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت بہار و اڑیسہ رٹاظم اعلیٰ جمعیتہ علمائے ہند دہلی۔ صدر جمعیتہ علمائے بہار کا ایک مختصر علالت کے بعد ۸ نومبر کو انتقال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مرحوم ایک زبردست مذہبی عالم سیاسی رہنا۔ بے خوف اور نڈر قائد تھے۔ یوصوف کی سرگرمیاں کسی ایک میدان تک محدود نہ تھیں۔ گتیا میں آپ نے ایک علمی مرکز مدرسہ عربیہ کی بنیاد رکھی۔ انارٹ شرعیہ کا تمام تبلیغی اور اصلاحی نظام آپ ہی کی ذات سے وابستہ تھا۔

مرحوم ایک خاموش کارکن تھے۔ آپ کی شخصیت ملک کی اہم سیاسی پارٹیوں کے فیصلوں اور طریقہ کار پر اثر انداز ہوتی تھی۔ بہار میں خصوصاً آپ کو جو اثر و رسوخ آپ کی مخلصانہ اور بے لوث خدمات کی وجہ سے حاصل تھا۔ اس کی بنا پر بہار کی سیاسیات میں آپ کی شخصیت کو نظر انداز کر کے کام چلانا مشکل تھا۔ بہار میں اردو زبان کے متعلق اسمبلی کا فیصلہ بہار واقف بل اور قربانی گاہ کے متعلق حکومت کا رویہ یہ سب آپ کی خدمات اور اثر کا نتیجہ تھا۔ ایک مرتبہ جب کہ بہار میں صوبائی طور پر فرقہ دارانہ مسئلے کو حل کرنے کے لئے ڈاکٹر راجندر پرشاد اور بہار گئے اہم سیاسی لیڈران گفتگو کر رہے تھے۔ تو آپ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ساہو راجندر پرشاد نے کہا کہ جب تک مولانا سجادس معاملے میں نہ بولیں گے مسئلہ حل نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے ڈاکٹر صاحب کو جواب دیتے ہوئے قربانی گاہ کے متعلق ہندوؤں کے مطالبے کے جواب میں جو کچھ فرمایا وہ مرحوم کے سلامی اور سیاسی خیالات کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ سال بھر میں صرف ایک موقع پر قربانی گاہ سے ڈاکٹر صاحب کا خون کھول جاتا ہے لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایک مسلمان جب بازاروں میں دریاؤں کے کنارے اور آبادی میں گزرتا ہے۔ تو قدم قدم پر اس کا خون کھولتا ہے جب کہ وہ دیکھتا ہے کہ قدم قدم پر اس کے محبوب خدا کی تحقیر کی جا رہی ہے جس کی وہ پوجا کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ کہیں درخت کو پھینکا جا رہا ہے۔ کہیں دریاؤں کی پوجا کی جا رہی ہے۔ اور کسی جگہ پتھروں اور پتھروں کو پوج کر اس کے خدا کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے۔

مسلمان ان سب کو اسی لئے برداشت کرتا ہے کہ وہ اب تک اسی سلوک کا عادی ہے۔ جو حکمران ہونے کی حیثیت سے اسے غیر مذہب کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اگر ہندو مطالبہ کرتے ہیں کہ مسلمان گائے کی قربانی ترک کر کے ان کے جذبات کا احترام کریں۔ تو انہیں غیر اللہ کی پرستش چھوڑ کر مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرنا پڑے گا۔

مرحوم کی تقریباً چالیس سال کی مذہبی سیاسی زندگی کے جو عظیم کارنامے ہیں۔ وہ اس حد تک ہی ہند کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔

”شمس الاسلام کی اشاعت بڑھانا ہر دیندار مسلمان کا فرض اولین ہے۔ (منیر)

